THE SENATE OF PAKISTAN DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, June 06, 2011
(71st Session)
Volume IV, No.02
(Nos.1-16)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran ……………………….	1
2.	Leave of Absence……………………………………….	2
3.	Discussion on the Finance Bill 2011……………………..	3-13
4.	Discussion on the Nomination of the Opposition Leader...	14-22

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-IV
No.02

SP. IV (02)/2011
130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, June 06, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty eight minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ
عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ
يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ
خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔

ترجمہ : اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور تمہیں پہلوں کی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہو اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بہت دور ہٹ جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو اور آپس میں

کسی کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

(سورۃ النساء، آیات 26 تا 29)

Mr. Chairman: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: سینیٹر گل محمد لاٹ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ تین جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ تین جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر حافظ رشید احمد نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ سات جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر شیر الہ ملک صاحبہ ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ تین جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد عغفران خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ چھ اور سات جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: حاجی خدا بخش راجڑ وزیر برائے انسداد منشیات نے اطلاع دی ہے کہ وہ اپنے حلقے کے دورے پر ہیں۔ اس لیے آج مورخہ چھ جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

سینیٹر بابر خان غوری، وزیر برائے جہاز رانی و بندگاہیں نے اطلاع دی ہے کہ وہ اپنی ساس کی وفات کے باعث آج مورخہ چھ جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

Item No. 2. Today we will start consideration of the following motion moved by Dr. Abdul Hafeez Shaikh, Minister for Finance, Revenue, Planning and Development, Economic Affairs and Statistics, on 3rd June, 2011:–

> "That the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2011, containing the Annual Budget Statement, under Article 73 of the Constitution,".

The Members who want to participate in the discussion may give their names to the Secretary.

پارلیمانی لیڈروں کے لیے بیس سے پچیس منٹ اور باقی ممبران کے لیے دس سے پندرہ منٹ کا وقت ہوگا۔ Who will start the debate?

Discussion on the Finance Bill 2011

Senator Sardar Mohammad Jamal Khan Leghari: Mr. Chairman! I would like to point out the quorum of the House at the moment.

جناب چیئرمین: جی counting کرلیں۔ سردار صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔ جی let the bells be rung, as per rules.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میرے خیال میں دس منٹ کے لیے نمازِ عصر کا وقفہ کرلیں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! پہلے rules کے مطابق دیکھ لیتے ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ تشریف رکھیں، rules کو تو پورا کرنا ہے۔

(اس موقع پر گھنٹیاں بجائی گئیں)

Mr. Chairman: Since the House lacks quorum, the House is adjourned for fifteen minutes. Thank you.

[The House was then adjourned for fifteen minutes]

(وقفے کے بعد ایوان کی کارروائی دوبارہ جناب چیئرمین کی صدارت میں شروع ہوئی)

جناب چیئرمین: بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب والا! میں مولانا عبدالغفور حیدری صاحب کو ان کی بطور قائد حزب اختلاف تعیناتی پر مبارکباد دیتا ہوں اور چونکہ بجٹ کا اجلاس ہے، یہ tradition ہے کہ بجٹ کے اجلاس کی opening speech Leader of the Opposition نے کرنی ہوتی ہے تو now he is here, we may proceed with the proceedings.

جناب چیئرمین: میں آپ کو عرض کردوں کہ Parliamentary Leaders بیس سے پچیس منٹ تک تقریر کر سکتے ہیں اور باقی ممبران دس سے پندرہ منٹ تک تقریر کر سکتے ہیں۔ جن ممبران نے speech کرنی ہے وہ اپنے نام لکھوا دیں تاکہ اس کے مطابق ایوان کی کارروائی چل سکے۔ مولانا صاحب! آپ کو مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے کہ آپ ملک اور قوم کی خدمت کر سکیں۔ بسم اللہ کیجیے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (قائد حزب اختلاف): الحمدللہ رب العالمین۔ الصلوٰۃ و السلام علیٰ اشرف الانبیا والمرسلین محمد و علی آلہ و صاحبہ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى۔

Senator Pervaiz Rashid: Point of order.

جناب چیئرمین: اب تو تقریر شروع ہو چکی ہے۔

Senator Pervaiz Rashid: Point of order.

جناب چیئرمین: Rules کہتے ہیں کہ جب speech ختم ہو جائے تو point of order raise کیا جاسکتا ہے----

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! آپ ہماری بات سنیں۔ جناب والا! یہ بات نہیں ہو سکتی کہ ایک غیر متعلقہ شخص ایوان میں بجٹ پر ابتدائی تقریر کرے، جناب والا! یہ ہماری نمائندگی نہیں کر سکتا۔ مہربانی کرکے اسے روکیں۔ میری آپ سے گزارش ہے، میں درخواست کرتا ہوں کہ اس ایوان کو متنازعہ نہ بنائیں۔ انہیں کہیے کہ یہ بیٹھ جائیں۔ ہم انہیں اپنا لیڈر تسلیم نہیں کرتے ہیں اور کسی دوسرے شخص کو ہم یہ اختیار نہیں دے سکتے کہ ہماری قیادت کے لیے وہ کسی کو ہمارے سر پر مسلط کرے۔ جناب والا! آپ کی مہربانی ہے، میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں، میری آپ سے گزارش ہے کہ انہیں کہیے کہ یہ بیٹھ جائیں۔ ہم ان کی تقریر نہیں سنیں گے، بالکل نہیں۔ ہم ان کی تقریر نہیں سنیں گے۔ ان کی تقریر نہیں سنی جاسکتی۔ بجٹ پر ابتدائی تقریر کا حق حزب اختلاف کے علاوہ کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔جناب والا! اس کا تعین آپ نہیں کریں گے۔ اس کے تعین کرنے کا حق حزب اختلاف کو ہے کہ اس کی نمائندگی کون کرے گا۔آپ اس شخص کو تقریر کرنے سے روکیں۔ ہم ان کی تقریر نہیں سنیں گے۔ میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ ان کو روکیں، ان کو تقریر کرنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ یہ نہیں ہوگا، یہ نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین: پرویز رشید صاحب، میں نے آپ کی بات سن لی ہے----

سینیٹر عبدالغفور حیدری: جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں--

سینیٹر پرویز رشید: یہ نہیں ہوگا، ----No. No. No.

جناب چیئرمین: میں نے آپ کی بات سن لی ہے---

(ایوان میں مسلسل شور و غوغا جاری رہا، یہ نہیں ہوگا اور No. No. کی آوازیں آتی رہیں)

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب والا! جو معزز ممبران یہاں موجود ہیں میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ جناب والا! آج وفاقی بجٹ برائے مالیاتی سال 2012–2011 پیش کر دیا گیا ہے----

(اس مرحلے پر متعدد معزز ارکان کھڑے ہو کر No. No. کی آوازیں لگاتے رہے)

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! کس rule کے تحت ان کو قائد حزب اختلاف مقرر کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ حضرات تشریف رکھیے۔ میں آپ کو rule بتا دیتا ہوں۔

(ایوان میں شور جاری رہا اور No. No کی آوازیں جاری رہیں)۔

جناب چیئرمین: بیٹھیے تو سہی، میں آپ کو rule بتا دیتا ہوں۔

"Leader of the Opposition means, a Member of the House who in the opinion of the Chairman of the Senate is for the time being the Leader of the Members in the Opposition to the Government in that House".

میرے پاس جتنی درخواستیں آئی تھیں، میں نے ان کو نظر میں رکھتے ہوئے، سب سے زیادہ numbers مولانا صاحب کے پاس تھے۔۔۔

سینیٹر پرویز رشید: یہ غلط ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ غلط نہیں، بالکل صحیح ہے اور میں اپنی ruling دے چکا ہوں۔

آوازیں: یہ ruling غلط ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کے مطابق غلط ہے، میرے مطابق ruling بالکل صحیح ہے۔

(ایوان میں شور و غوغا اور یہ نہیں ہو گا کی آوازیں جاری رہیں)

جناب چیئرمین: مولانا صاحب، تقریر فرمائیے۔

(Voices: No. No)

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب والا! 2011–2012 کا بجٹ پیش کر دیا گیا ہے اور آج ہم سینیٹ میں اس بجٹ کا جائزہ لینے کا آغاز کر رہے ہیں اور میرے بعد بہت سارے لوگ، پارلیمنٹ کے ممبران اپنا نقطہ نظر پیش کریں گے۔ میں بحیثیت Opposition Leader کے اپنا نقطہ نظر دینا چاہوں گا۔۔۔

(آوازیں: جناب چیئرمین! ان کو تقریر کرنے سے روکیں، ہم ان کی تقریر نہیں سنیں گے)

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری : میں سمجھتا ہوں کہ میں جو نقطہ نظر دوں گا وہ قومی خواہشات کے عین مطابق ہو گا۔ جناب والا! کسی بھی ریاست کا بجٹ تشکیل دیتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے، اس بات کو سامنے رکھا جاتا ہے۔۔۔

(ایوان میں شور و غوغا جاری رہا)

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: اس بات کو سامنے رکھا جاتا ہے کہ حکومت کی ترجیحات کیا ہوتی ہیں، قومی خواہشات کیا ہوتی ہیں اور ان خواہشات کو سامنے رکھ کر بجٹ تشکیل دیا جاتا ہے۔ 2011–2012 کا جو بجٹ دیا گیا ہے، کیا اس میں ان ترجیحات کا خیال رکھا گیا ہے؟ کیا اس بجٹ میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ غربت کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟ کیا اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ بے روزگاری کا خاتمہ کیسے ممکن ہو گا؟ کیا اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ خود وزیر خزانہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ پاکستان کی آبادی اٹھارہ کروڑ ہے۔ اس اٹھارہ کروڑ کی آبادی میں 50% نوجوانوں کی ہے۔ کیا ان نوجوانوں کے بارے میں بجٹ میں کوئی پالیسی وضع کی گئی ہے کہ ان نوجوانوں کو تعلیم و تربیت اور روزگار فراہم کرنے کا کوئی اقدام کیا گیا ہے؟ ہمارے ملک میں لاکھوں اور کروڑوں لوگ غربت کے خط کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا موجودہ بجٹ میں غریب اور پسماندہ لوگوں کی ترقی کے لیے اور ان کی معیشت کی بحالی کے لیے کوئی پالیسی وضع کی گئی ہے؟

جناب چیئرمین! میں اس بات کو مانتا ہوں کہ پاکستان میں سیلاب بھی آیا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ پاکستان میں زلزلہ بھی آیا۔ یہ قدرتی آفات ہیں۔ ان کے اثرات بھی ہماری معیشت پر مرتب ہوئے لیکن جب یہاں زلزلہ آیا تو پوری قوم نے یکجہتی کا مظاہرہ کیا۔ کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ میں Opposition میں ہوں۔ پوری قوم نے اس مصیبت کی گھڑی میں زلزلہ سے متاثرین کی امداد کی۔ دنیا بھی امداد کے لیے پہنچی لیکن جناب چیئرمین! ایک سال قبل یہاں سیلاب آیا۔ اگر آپ کو یاد ہو کہ جب سیلاب کا آغاز نوشہرہ سے ہوا تو میں نے اسی ایوان میں بات کہی کہ یہ سیلاب کا آغاز ہے۔ پنجاب اور سندھ تک پہنچتے پہنچتے اس کو پندرہ دن یا ایک مہینہ لگ سکتا ہے اس کے لیے بہتر حکمت عملی وضع کی جاسکتی ہے تاکہ کم سے کم لوگوں کو نقصان پہنچے اور اگر اچھی حکمت عملی بنتی تو کم سے کم لوگوں کو نقصان پہنچتا اور اس طرح کے برے اثرات ہمارے معیشت پر نہ پڑتے۔ یہ سارے حقائق ہیں انہیں ہمیں تسلیم کرنا ہو گا لیکن بایں ہمہ ہمیں یہ چاہیے تھا کہ

اپنے متاثرین کو فوری طور پر امداد دیں اور ان کو سہولتیں پہنچائیں۔ سیلاب کا اثر بھی معیشت پر ضرور پڑا ہے۔ میں اس کو مانتا ہوں۔ جناب چیئرمین! اس کا بھی ہمیں ادراک ہے لیکن اس کے باوجود وزیر خزانہ فرماتے ہیں کہ قرضے لے کر پالیسیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ وسائل میں اضافہ کیا گیا ہے اور عوام کو relief دینے کے لیے متعدد اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین! کیا ہماری کوئی ایسی حکمت عملی ہے جو ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں؟ کیا ہمارے ہاں ایسے ماہرین نہیں ہیں کہ اپنی معیشت کو درست سمت کی طرف لے جائیں؟ کیا اس چیز کا فقدان ہے کہ ہم ایسے اقدامات کریں کہ پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے اور اپنی معیشت کو بہتر کر سکیں؟ کیا ہم ہمیشہ مالیاتی اداروں سے قرضے لے کر بجٹ بنائیں گے؟ مالیاتی اداروں سے قرضے لے کر ملک چلائیں۔ جناب چیئرمین! یہ قابل غور بات ہے۔ اسی طرح وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا جائے گا۔ گزشتہ بجٹ میں 50 فیصد اضافہ کیا گیا تھا۔ اس موقع پر بھی ہم نے یہ کہا تھا کہ 50 یا 15 فیصد سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جس تیزی کے ساتھ مہنگائی بڑھ رہی ہے، جس تیزی کے ساتھ روپے کی قدر میں کمی آ رہی ہے، ملازمین کی تنخواہوں میں یہ 10 اور 15 فیصد اضافہ ناکافی ہے لیکن پاکستان میں کتنے لوگ ہیں جو ملازم ہیں۔ بے روزگاروں کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ غریبوں کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ جو لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں ان کے لیے کیا پالیسی ہے؟ جناب چیئرمین! اس کی کہیں بھی وضاحت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! بے نظیر انکم سپورٹ کی بات کی گئی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ ایک اچھی سکیم ہے لیکن کیا اس کا فائدہ ہر غریب کو، مخصوص لوگوں کو یا ایک پارٹی کے لوگوں کو پہنچ رہا ہے؟ اس کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ یہ ناکافی ہے۔ اس قسم کی سکیموں کو متعارف بھی کرایا جائے جس کا فائدہ بھی غریب عوام تک پہنچے۔ اس حوالے سے وزیر خزانہ نے جس فاتحانہ انداز میں بجٹ پیش کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس بجٹ سے ملک کی حالت اور غریب عوام کے حالات تبدیل ہو جائیں گے لیکن اقتصادی ماہرین گزشتہ سال کو بدترین معاشی اور بدحالی کا سال قرار دیتے ہیں جس میں زراعت، تجارت، صنعت اور برآمدات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس لیے ہمیں ان چیزوں کا جائزہ لینا ہوگا، اپنے ماہرین سے مشاورت کرنی ہوگی۔ اب بھی وقت نہیں گزرا، سینیٹ اور قومی اسمبلی میں بجٹ زیر بحث ہے۔ سینیٹ اور قومی اسمبلی میں اپوزیشن کی رائے کو اہمیت دی جائے، اس کو سنا جائے اور ان کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

جناب چیئرمین! وزیر خزانہ بجٹ پیش کرنے سے ایک دن پہلے کہتے ہیں کہ غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، اہداف حاصل نہیں کر سکے لیکن دوسرے دن جب وہ بجٹ پیش کرتے ہیں تو وہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کفایت شعاری کی پالیسی اپنا کر معیشت کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا ہے۔ جناب چیئرمین! وزیر خزانہ کی یہ منطق مجھے سمجھ نہیں آتی، نہ اس ایوان کے ارکان کو سمجھ آتی ہے اور نہ عوام کو سمجھ آتی ہے کہ ایک دن پہلے اعتراف کیا جا رہا ہے کہ ہم اپنے اہداف حاصل نہیں کر سکے لیکن دوسرے دن کہا جاتا ہے کہ ہم نے معیشت کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا ہے۔ جناب چیئرمین! اٹھارھویں ترمیم کی روشنی میں 15 وزارتوں کو صوبوں کے حوالے کیا گیا ہے لیکن اس بجٹ میں ان وزارتوں کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا اس ایوان کے توسط سے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جو وزارتیں صوبوں کو منتقل کی گئی ہیں، ان وزارتوں کو چلانے کے لیے صوبوں کو funds دیے جائیں۔ میں مانتا ہوں کہ NFC Award کے ذریعے دولت کی تقسیم کا ایک formula طے کیا گیا ہے مگر جب تک وہ محکمے اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوں، وفاق کو ان وزارتوں کو سہارا دینا ہوگا۔ جناب عالی! اس اقدام سے میں سمجھتا ہوں کہ پھر سے وفاق اور صوبوں کے درمیان تنازعات شروع ہو سکتے ہیں۔ اس تنازعے اور بدمزگی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ان محکموں کے لیے فنڈز مختص کیے جائیں۔

جناب والا! ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ کیا پاکستان کے عوام کی اکثریت ملازموں پر مشتمل ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ سرمایہ داروں، جاگیرداروں کا ایک چھوٹا سا طبقہ ہے لیکن اکثر پاکستانی آبادی ملازمتوں سے محروم ہے۔ ان کے لیے کوئی ایسی پالیسی وضع نہیں کی گئی۔ جناب چیئرمین! جیسے میں نے گزارش کی کہ بجٹ قومی اور حکومتی ترجیحات کا ضامن اور آئینہ دار ہوتا ہے۔ ان بیان کردہ ترجیحات اور اس کے لیے مختص رقوم، معیشت کی سمت کا تعین کرتی ہیں لیکن یہاں دیکھا گیا ہے کہ اکثر قومی خواہشات کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! بجٹ کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس میں حکومت وقت کی ترجیحات یا قومی خواہشات مد نظر رکھی جائیں اور پھر سال بھر اس پر عملدرآمد ہوتا ہے تاکہ معیشت کی ترقی کا پہیہ چلتا رہے لیکن یہاں ایسی سمت کا تعین نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین! سبسڈی کو کم یا ختم کرنے سے مہنگائی کا طوفان آئے گا۔ اس سے زیادہ تر غریب خریدار متاثر ہوگا۔ اس لیے جہاں جہاں سبسڈی کی ضرورت ہے۔ خیبر پختونخوا، پنجاب، بلوچستان

اور سندھ میں بہت سے پسماندہ علاقے ہیں۔ بلوچستان کی زراعت کا دارومدار صرف بجلی پر ہے، ٹیوب ویل پر ہے، ان کو سبسڈی ملتی رہی ہے، اس کو اگر اب ختم کیا گیا یا اس کو کم کیا گیا تو پھر زراعت کا پہیہ بھی جام ہو جائے گا۔ اس لیے میری گزارش ہو گی کہ سبسڈی کی جہاں پر ضرورت ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔ وہ لوگ جو واقعتاً پسماندہ ہیں، واقعتاً مستحق ہیں، ان کے ساتھ حکومت کا تعاون ہونا چاہیے۔ جناب چیئرمین! جیسے میں نے گزارش کیا کہ موجودہ بجٹ پر تمام صنعتی، تجارتی، زرعی، برآمدی و درآمدی حلقوں نے گہری تشویش ظاہر کی ہے۔ ظاہر ہے کہ صنعت کار، تاجر، زراعت کے پیشے سے وابستہ پاکستانی عوام اگر تشویش ظاہر کرتے ہیں تو انہیں سامنے دکھائی دیتا ہے، اس لیے میری گزارش ہو گی کہ بجٹ میں ان کی خواہشات کو، ان کی ترجیحات کو جگہ ملنی چاہیے۔

جناب چیئرمین! اس وقت پاکستان کی معیشت اور برآمدات کا بڑا انحصار ٹیکسٹائل انڈسٹری پر ہے لیکن ہماری پیداوار دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے باقی دنیا میں ایک فیصد یا دو فیصد، بنگلہ دیش میں پانچ فیصد، انڈیا میں سات فیصد جبکہ پاکستان میں سترہ فیصد ہے۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری پر extra بوجھ اور ٹیکسٹائل پر سبسڈی کے خاتمے سے یہ صنعت مزید تباہی کا شکار ہو گی۔ اس لیے میں تجویز کروں گا کہ 1979 میں ٹیکسٹائل کے شعبے کی حوصلہ افزائی کے لیے سبسڈی بحال رکھی گئی تھی تاکہ بڑے نقصان سے بچا جا سکے، یہ انڈسٹری ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے اسے اس طرح کمزور کرنا میرے خیال میں دانش مندی نہیں ہو گی لہذا اس انڈسٹری کو ترقی دینے کے لیے تمام مناسب اقدامات ہونے چاہیئں۔ بیرون ملک پاکستانی ہمارے ملک کی معاشی زندگی کی روح کی حیثیت رکھتے ہیں پاکستان اس لحاظ سے بڑا خوش قسمت ملک ہے کہ آٹھ لاکھ افرادی قوت اس ملک کی معیشت میں بڑا کردار ادا کر رہی ہے۔ جناب چیئرمین! باہر ممالک میں جو پاکستانی رہتے ہیں وہ پاکستان کے لیے ہمیشہ سوچتے اور فکر مند رہتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اپنے ملک کی معیشت کو سہارا دیں۔ میں گزشتہ سال دوستوں کی دعوت پر کینیڈا گیا تھا۔ وہاں ایک تقریب منعقد ہوئی اس میں 70/80 ڈاکٹرز اور انجینیئرز تھے انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مولانا صاحب اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ پاکستان میں ہمارا سرمایہ محفوظ ہے، اگر ہمیں یقین ہو کہ پاکستان میں ہماری سرمایہ کاری کو کوئی نقصان نہیں ہو گا، ہمیں امن ملے گا، ہمیں سکون ملے گا تو ہم امریکہ اور کینیڈا میں سرمایہ کاری کے بجائے اپنے ملک کو ترجیح دیں گے۔ ظاہر ہے باہر سے ہمارے ہی لوگ آئیں گے، اگر ہم ان کو امن فراہم نہیں کریں گے، ہم ان کو عزت و احترام نہیں دیں گے تو پھر کوئی سرمایہ کاری کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ اس بات کا ہمیں

اہتمام کرنا ہوگا کہ ہمارے جو پاکستانی investors پوری دنیا سے یہاں investment کرنا چاہتے ہیں، ان کو ہم تحفظ فراہم کریں، ان کو ہم عزت فراہم کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ملک معاشی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین ! ان پاکستانیوں کے لیے پانچ سال کے ٹیکس کی چھوٹ بڑی خوش آئند بات ہے۔ میں اس کو سراہتا ہوں اگر بجٹ میں کوئی اچھی بات سامنے آئی ہے، قومی اور عوامی خواہشات کو سامنے رکھتے ہوئے حکومت نے کوئی فیصلہ کیا ہے تو بحیثیت اپوزیشن رہنما میری ذمہ داری بنتی ہے کہ میں اس کی بھی تعریف کروں، اس کا بھی خیر مقدم کروں لیکن جہاں کمزوری ہو گی، جہاں کوئی کوتاہی ہو گی، جہاں ہم سمجھیں گے کہ یہ قومی اور ملکی مفاد کے خلاف ہے تو اس پر بھی ہماری رائے ہو گی، ہمارا نقطہ نظر ہو گا اور ہم وہ نقطہ نظر جمہوری انداز سے آپ کے سامنے رکھیں گے۔ جناب چیئرمین ! Special Excise Duty میں کمی بھی ایک اچھا اقدام ہے۔ میں اسے appreciate کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین ! میں اب FBR پر آتا ہوں جو ہمارا ایک بہت بڑا ادارہ ہے مگر اس کے کردار کو بھی عوام مشکوک نظر سے دیکھتے ہیں۔ FBR میں ٹیکس جمع کرنے میں جو کرپشن ہو رہی ہے اس پر نظر رکھنا ہو گی۔ اس سے ملک کی معیشت اور ہمارے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ کرپشن سے بچنے اور ٹیکس چوروں کو کڑی سزا دینے کے لیے کوئی پالیسی وضع نہیں کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کرپشن ہماری جڑوں کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر رہی ہے اور اس پر کڑی نظر رکھنی چاہیے اور ایسے افراد کو بہرحال کٹہرے میں لانا چاہیے جو ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ اگر ایسی پالیسی وضع نہ کی گئی ہے تو پھر میں یہ سمجھوں گا کہ ٹیکس وصولی اور ٹیکس چوری میں چھوٹ کو برقرار رکھا گیا ہے جو کہ افسوس ناک امر ہے۔ جناب چیئرمین ! RGST سے U turn اچھا اقدام ہے یہ قومی خواہشات کے عین مطابق ہے اور اسی سینیٹ میں ہم نے اس پر احتجاج کیا تھا، RGST کو مسترد کیا تھا اور ہم نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ اس کا اثر غریب عوام پر پڑے گا۔ غریب عوام ٹیکس کے بوجھ تلے دب جائیں گے۔ اس لیے اگر اس کو بجٹ سے ماوراء کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کیونکہ اس پر اتفاق نہیں ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑی اچھی بات ہے۔ پانی اور بجلی کی مد میں 115 ارب روپے رکھے گئے ہیں، میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں کیونکہ ہمارے ملک میں توانائی کا بڑا بحران ہے۔ پورے ملک میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ جاری ہے اور بعض مقامات پر 10/15 گھنٹے بجلی کی مسلسل لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے جس سے زراعت، صنعت و حرفت اور تمام شعبوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور جیسے میں

نے بلوچستان کی بات کی وہاں پر زراعت کا دارومدار ہی بجلی پر ہے تو اس لیے یہ مستحسن اقدام ہے اس کے لیے جو پیسے رکھے گئے ہیں یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔

جناب چیئرمین! FBR نے یکم جون تک جو رقم جمع کی تھی وہ 305 billion روپے ہے جبکہ FBR کا ہدف 538 billion ہے، اس حساب سے 233 billion کا فرق آرہا ہے۔ FBR نے یہ ہدف ایک مہینے میں پورا کرنا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ناممکن ہے اور اگر ناممکن ہے تو پھر 233 billion کی رقم جمع نہیں ہوسکے گی تو بجٹ مزید خسارے کا شکار ہو گا۔ یہ جب 233 billion روپے کی رقم جمع نہیں کرسکیں گے تو بجٹ مزید خسارے کا شکار ہوگا اور mini budget آئے گا، مہنگائی بڑھے گی اور بیروزگاری کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ اس لیے قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی بجائے قوم کو صحیح راستہ دکھایا جائے۔ قوم سے صحیح بات کی جائے اور اگر ہدف مقرر کرتے ہیں تو پھر اس ہدف تک پہنچنے کے لیے مسلسل جدوجہد بھی کرنی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ FBR کی بڑی ناکامی ہے۔ اس لیے اس کا جائزہ لینا چاہیے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ اسی طرح جناب چیئرمین! 1950 billion روپے کی رقم بجٹ میں وصولی کی مد میں ظاہر کی گئی ہے، جب کہ اصل رقم 1588 billion روپے ہوگی۔ اس طرح 450 billion روپے کی رقم کہاں سے پوری کی جائے گی؟ اس طرح ہیرا پھیری سے غربت میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح کی غلط بیانی سے قوم کو اندھیرے میں رکھ کر، اس طرح کی پالیسی سے بہرحال خسارہ ہی خسارہ ہوگا، غربت بڑھے گی، بیروزگاری میں اضافہ ہوگا۔ اس لیے میں عرض کررہا تھا کہ ہمیں FBR پر بھی نظر رکھنا ہوگی تاکہ قوم کے سامنے غلط اعداد و شمار نہ آئیں۔

جناب چیئرمین! میرے جو بھائی اس وقت احتجاج کررہے ہیں، میں ان کی قدر کرتا ہوں، میں ان کو بھی ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کروں گا۔ اب اگر یہ حق مجھے دیا گیا ہے یا میری جماعت کو یا جو لوگ میرے ساتھ تھے تو یہ میرا ایک آئینی حق تھا، جس کا آپ نے اعلان فرمایا ہے۔ جس کو آپ نے notify کیا ہے۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ یہ بھلا چیختے چلاتے رہیں، میں ان کو پھر بھی ساتھ لینے کی کوشش کروں گا۔ یہ friendly opposition رہے ہیں اور آج بھی friendly opposition کا کردار ادا کررہے ہیں۔ میں نے اپنی تقریر کے دوران انہیں کچھ نہیں کہا لیکن ماضی میں ان کا جو کردار رہا ہے، میں اگر ان کو آئینہ دکھاؤں گا تو یہ برا مانیں گے۔ آٹھ اکتوبر 2008 کو پارلیمنٹ نے ایک متفقہ قرارداد پاس کی لیکن انہی لوگوں نے امریکی خواہشات کے تابع رہ کر امریکہ کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہوئے، سوات اور وزیرستان میں آپریشن کی حمایت کی۔ اس قرارداد پر عملدرآمد نہیں ہونے دیا۔ آج یہ قوم کے سامنے

شور مچا رہے ہیں۔ اس دن میں نے اپوزیشن لیڈر سے کہا کہ حال ہی میں جو قرارداد پاس ہوئی ہے، اس پوری قرارداد کو لے کر گورنمنٹ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس پوری قرارداد پر عمل ہونا چاہیے لیکن یہی لوگ کہہ رہے تھے کہ نہیں جی، صرف کمیشن قائم ہونا چاہیے۔ آزاد کمیشن قائم ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو کچھ کہتے ہیں اور یہاں کچھ اور کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اپنے دائرے میں رہ کر کام کریں، اپوزیشن کے ساتھ چلیں۔ اگر قومی اسمبلی میں ہم آپ کا ساتھ دے رہے ہیں تو آپ کی اکثریت ہے، آپ کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ اگر یہاں میری اکثریت ہے، میری پارٹی کی اکثریت ہے توآپ کو چاہیے کہ میرے ساتھ چلیں۔ اس لیے ان کو جمہوری روایات کو سمجھنا چاہیے۔ ایک دوسرے کی اکثریت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے۔ اگر آپ یہ زبان استعمال کرتے ہیں تو یہ زبان ہم بھی استعمال کریں گے۔ پھر ہم بھی دیکھیں گے کہ آپ کس طرح تقریر کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مداخلت کی ہے تو اس طرح کی بات کی ہے تو دیکھیں گے کہ آپ کس طرح تقریریں کرتے ہیں۔ انہوں نے ووٹ خراب کرنے کی کوشش کی۔ یہاں ایک معزز ممبر موجود ہے، میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ اس نے مجھے دستخط دیے تھے۔ انہوں نے دباؤ ڈالا، دھونس، دھمکی دی۔ اس نے دوسرے دستخط لے لیے۔ جعل سازی تو آپ لوگوں نے کی، ہم نے نہیں کی۔ ہمارا معاملہ بالکل صاف ہے۔ آج بھی سینیٹ کا ریکارڈ موجود ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جمہوری روایات کو مد نظر رکھ کر ہمیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے۔ اگر نہیں کرتے تو ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پورے ایوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے بالکل آرام سے بیٹھ کر میری تقریر سنی ہے۔ میں پھر بھی ان کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کروں گا تاکہ اپوزیشن مضبوط ہو اور friendly opposition نہ ہو بلکہ حقیقی اپوزیشن کا کردار سامنے آئے۔ بہت بہت شکریہ۔

(معزز رکن کی تقریر کے دوران اپوزیشن کا کھڑے ہو کر احتجاج جاری رہا۔)

جناب چیئرمین: سینیٹر گل محمد لاٹ۔ جی زاہد صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پہلے زاہد صاحب بات کر لیں۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! دو دن پہلے کراچی میں ایک واقعہ ہوا۔

جناب چیئرمین: زاہد صاحب کو مائیک دے دیجیے۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ۔ مجھے بات کرنے دیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آفس میں ایک ایم پی اے گیا۔ اس کی پوری تفصیل ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اس نے اس رپورٹر کو مارنا شروع کیا۔ اس رپورٹر نے ایک خبر چھاپی تھی جس پر ایک ایم پی اے کی طرف سے اسے دھمکی ملی تھی۔ جب اس نے مارنا شروع کیا تو اوپر سے ایڈیٹر نیچے آیا اور اس کو بھی مارنا شروع کیا۔ ہمارے آفس کے لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اسے گاڑی میں اغوا کر کے لے کر جارہے ہیں۔ انہوں نے نکل کر اسے بچایا اور اغوا کاروں کو بٹھا کر ۱۵ پر ٹیلی فون کیا کہ اغوا کاروں کو ہم نے پکڑا ہوا ہے، آپ انہیں لے کر جائیں۔ انہوں نے آکر بجائے اس کے کہ اغوا کاروں کے خلاف ایف آئی آر درج کرتے، ہمارے لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کر دی۔ سب سے بڑا ہمارے لیے مسئلہ یہی ہے، پیپلز پارٹی کے رویے پر ہم آج احتجاج کرتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی سندھ حکومت، سندھ اسمبلی میں ہمارے بے گناہ لڑکوں کے خلاف قرارداد پاس کرتی ہے اور پیپلز پارٹی اس کو سپورٹ کرتی ہے۔ اب یہ لوگ جو احتجاج کر رہے ہیں، بالکل ٹھیک کر رہے ہیں کیونکہ پتا نہیں حکومت کیسے چلی رہی ہے، کیسے چلارہے ہیں اور کس طرف لے کر جانا چاہتے ہیں۔ جو ان کا حق ہے، وہ حق ان کو نہیں دیا گیا اور اپنے جہادیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ کر رہی ہے۔ لہذا ہم سندھ حکومت، پیپلز پارٹی کی حکومت کے رویے کے خلاف احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر اے این پی کے معزز اراکین سینیٹ واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: جی گل محمد لاٹ صاحب۔ جی راجہ صاحب۔

Discussion on the Nomination of the Opposition Leader

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! میں نے ایوان کے اندر داخل ہوتے ہی آپ سے اجازت چاہی تھی کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایوان بالا کا ماحول ہمیشہ انتہائی بہتر رہا ہے۔ ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ کارروائی چلتی رہی ہے لیکن آپ کے آج کے فیصلے نے اس ماحول کو پراگندہ کر دیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ پر چھوڑا جاتا تو شاید آپ یہ فیصلہ نہ کرتے لیکن اگر آپ نے ایسا مجبوری میں یا کسی pressure میں آکر بھی کیا ہے تو آپ ساری زندگی افسوس کریں گے کہ آپ نے غلط

فیصلہ دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ غلط فیصلوں کا کبھی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ آج آپ نے دیکھا کہ ماسوائے چار، پانچ ارکان کے باقی ساری اپوزیشن کھڑی تھی اور وہ احتجاج کر رہی تھی کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔ اگر آئین اور قانون بھی آپ کو یہ اختیار دیتا ہے تو بھی آپ کو اس کا فیصلہ منصفانہ طریقے سے کرنا چاہیے تھا۔ آپ کے منصب کا تقاضا ہے کہ آپ اس House کو چلاتے ہوئے وہ فیصلے کریں کہ جو انصاف پر مبنی ہوں نہ کہ ایسے فیصلے کریں کہ جس سے Opposition, Government میں تبدیل ہو جائے اور Government, Opposition میں تبدیل ہو جائے۔ House کو چلانے کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے آج اپنے منصب سے انصاف نہیں کیا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس کے نتائج اس House اور Parliament کے لیے اچھے نہیں ہوں گے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: صابر بلوچ صاحب، تحمل مزاجی سے سن لیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ یہ فیصلہ واپس لیں، اس پر دوبارہ غور کریں، دونوں پارٹیوں کو سنیں اور جو آپ کہہ رہے ہیں کہ کچھ لوگ اُدھر سے ادھر آ گئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت جب چاہے کسی طریقے سے لوگوں کو ادھر لانا شروع کر دے تو یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے۔ آپ کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: میں نے آپ کی بات سن لی۔ پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: صابر صاحب، اس کے بعد آپ floor لے لیجیے گا، پہلے پروفیسر صاحب بات کر لیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں بڑے دکھ اور شدید ذہنی و قلبی تکلیف کے ساتھ یہ معروضات پیش کر رہا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے جب آپ کو چیئرمین منتخب کیا تھا تو میں نے آپ کو خوش آمدید کہا تھا، تعاون کا یقین دلایا تھا اور دیانتداری سے مقدور بھر تعاون کیا ہے۔ میں نے ایک بار نہیں کئی بار اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ پیپلز پارٹی سے تعلق کے باوجود آپ نے سینیٹ کے چیئرمین کی حیثیت سے بالعموم انصاف کیا، دونوں کو سنا اور کوشش کی کہ قانون اور دستور کے تحت معاملات طے ہوں اور ہم نے اس کی بھرپور تائید کی لیکن حقیقت ہے کہ میری

نگاہ میں اس معاملے میں آپ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے اور اس کا اعتراف کرنا آپ کی عظمت ہو گی۔ دیکھیے، rules بہت clear ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ Leader of Opposition وہ ہو گا جو Leader of Members of Opposition ہو گا، پارٹیوں کا ذکر نہیں ہے۔ ہم Independent Opposition Group کی حیثیت سے تیرہ افراد تھے اور ہم تین سال سے یہ کام کر رہے ہیں۔ آپ نے ہمارے ساتھ پورا تعاون کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ وسیم سجاد صاحب کے استعفیٰ کے بعد جب یہ عہدہ خالی ہوا تو فطری طور پر Opposition میں سب سے بڑا group ہمارا تھا اور اس group نے آپس میں بیٹھ کر مشورہ کیا اور ہم نے ایک نام تجویز کرکے یہ کہا کہ اب یہ اس group کا حق ہے کہ اس کا نمائندہ Leader of Opposition بنے۔ ہمارے JUI کے بھائیوں نے بھی یہ محسوس کیا کہ ان کے پاس ایک بڑی تعداد ہے اور ہے بھی، ہم ان کا احترام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔ اس وقت Opposition میں 36 افراد ہیں، ان میں سے 24 نے لکھ کر آپ کو دیا کہ ہماری نگاہ میں محمد اسحاق ڈار صاحب قائد حزب اختلاف ہونے چاہییں۔ یہ group کی حیثیت سے ہمارا متفقہ فیصلہ تھا اور ہم نے تحریری طور پر آپ کو دیا تھا، JUI نے بھی آپ کو دیا لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس دلیل کی بنیاد پر چوبیس کی۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ میرا فیصلہ پڑھ لیجیے گا۔ آپ نے میرا فیصلہ پڑھا نہیں ہے۔ میں نے speaking order دیا ہے۔ پروفیسر صاحب، آپ نے ابھی میرا فیصلہ نہیں پڑھا کیونکہ تین تاریخ کو یہ بات اٹھائی گئی تھی کہ I must decide before the debate is kicked off with regard to the budget. اس کو مدِ نظر میں رکھتے ہوئے میں نے شام ساڑھے چار بجے تک یہ فیصلہ لکھا۔ آپ میرے Chamber میں آجائیے گا۔۔۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں پڑھ لوں گا۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب، میری بات سن لیں، میری عرض سن لیں۔ آپ میرے ساتھ بیٹھ کر اس فیصلے کو دیکھ لیجیے گا۔ جب اجلاس ختم ہو گا یا نماز کے وقفے میں آجائیے گا، پہلے اس فیصلے کو ایک نظر دیکھ لیں پھر آپ مجھ سے ضرور بات کریں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں دلیل سے بات کر رہا ہوں اور دلیل سے بات کروں گا لیکن اب یہ public property ہے، آپ اس کو House میں لائیں۔۔۔

جناب چیئرمین: بالکل House میں بھی لائیں گے، کوئی چیز چھپانے والی نہیں ہے۔۔۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہم دلیل سے بات کریں گے اور آپ یہ سمجھ لیں کہ اگر ہم پر اس معاملے میں کوئی بات ٹھونسی گئی تو Opposition قبول نہیں کرے گی۔ احترام اپنی جگہ پر، قانون اور۔۔۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب، میں نے speaking order دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے rules کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک speaking order لکھا ہے۔ دو لائنیں نہیں لکھیں، یہ ڈیڑھ صفحے کا order ہے۔ جب House ختم ہو گا، آپ پلیز میرے پاس آئیے، ڈار صاحب آنا چاہیں تو وہ بھی آئیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: چاہے ڈیڑھ صفحے کا ہو یا دو کا ہو۔۔۔

جناب چیئرمین: حضور، آپ پہلے اس کو دیکھ تو لیجیے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں اس کو دیکھنے کو تیار ہوں لیکن ہماری نگاہ میں آپ نے نا انصافی کی ہے، غلط کیا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں نے آپ سے بات کر لی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ۔۔۔شدید اختلاف ہے، اس طرح House نہیں چلے گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے اس موضوع پر موقع دیا۔ جناب والا! میں basically راجہ ظفر الحق اور پروفیسر صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ جناب والا! یہ بھی حقائق ہیں کہ ہم آپ پر اعتماد کرتے تھے، کرتے ہیں لیکن جناب! آج جس طرح ہوا، ہمارے ملک میں election میں مجموعی طور پر rigging اور جو دوسری چیزیں ہوتی تھیں میں وہ for the first time پارلیمنٹ میں دیکھ رہا ہوں بلکہ جناب والا! مجھے آج shock ہوا۔

(شیم شیم کی آوازیں)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! اس قسم کا abuse کر دیا گیا ہے، بہت افسوس ہے۔ میں عرض کروں گا کہ آپ نے جو اعلان کیا، اس کے جتنے بھی اثرات ہوں لیکن یہ آپ کی ذات کے۔۔۔

جناب چیئرمین: میں اسی لیے کہہ رہا ہوں مندوخیل صاحب، پلیز آپ بھی آجائیے گا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آپ کے character کو۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: میں آپ کا مشکور ہوں۔ جناب چیئرمین! جس طرح پروفیسر خورشید صاحب اور جناب راجہ ظفر الحق صاحب نے فرمایا کہ جناب کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ نہ صرف پاکستان کے ایک قانون دان ہیں بلکہ آپ پاکستان کے نائب صدر ہیں اور آپ پاکستان کے سب سے بڑے House کے Chairman ہیں۔ آپ سے توقع رکھتے ہیں اور جائز توقع رکھتے ہیں کہ آپ ایک غیر جانبدارانہ شخصیت کی حیثیت سے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات بالکل صحیح ہے، میں آپ سے disagree نہیں کرتا ہوں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب! میں عرض کروں کہ آج کے اس فیصلے کے بعد جس کو میں سمجھتا ہوں کہ یہ برصغیر کے پارلیمانی نظام میں پہلی بڑی پارلیمانی دہشت گردی ہے کہ حزب اختلاف کے اراکین کچھ کہہ رہے ہیں اور اعلان کچھ ہو رہا ہے۔ آپ کا order میں نے نہیں دیکھا، وہ دیکھ لوں گا اور جناب سے درخواست ہے کہ اگر آپ اس کو open House میں پڑھ لیں تو ہمیں علم ہو جائے گا کہ وہ کیا ہے لیکن اگر اس کی بنیاد کسی پارلیمانی نظام کے لیڈر کے اس خط، نسخے یا پیغام پر ہو کہ جب ان کا جی چاہے [1] jump xx xx لگا کر حزب اقتدار کی طرف چلے جائے اور جب جی چاہے jump مار کر حزب اختلاف کی طرف آجائے اور جو باقی باضمیر لوگ ہیں، وہ ان پر بھی قابو رکھیں، ان کا گلا دبائیں اور کہیں کہ نہیں یہ میرا فیصلہ ہے، اس لیے ان کو اس گنتی میں شمار نہ کیا جائے۔ جناب چیئرمین! یہ معاملہ بہت

---

[1] XX XX الفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے

آگے جائے گا، پاکستان کے عوام پہلے ہی بہت پریشان ہیں، وہ پہلے ہی اس جمہوریت کے کھلاڑیوں سے بہت تنگ ہیں۔ اگر آپ نے جمہوریت سے اس طرح مذاق کرنا ہے تو پاکستان کے عوام یہ برداشت نہیں کریں گے۔ یہ اگر ایک، دو گھنٹے یا صرف آج کے اجلاس کی بات ہو تو چلو ہم مان لیتے ہیں، مولانا صاحب ہمارے لیے قابل احترام ہیں، جناب چیئرمین! یہ تو چار، چھ سال کا معاملہ ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کیوں قدم قدم پر اس جمہوریت کے process کو، اس پارلیمانی نظام کو داغدار کرنا چاہتے ہیں کہ جب معزز ممبر یا آپ کا نامزد کردہ Leader of the Opposition بات کرے گا، ہم desk بجانا شروع کر دیں گے، ہم نہیں سنیں گے، ہم دنیا اور بالخصوص پاکستان کو یہ پیغام دیں گے کہ حزب اقتدار اپنی pocket حزب اختلاف بنانا چاہتی ہے۔ جناب چیئرمین! جو ملک حزب اختلاف کا دھڑا اپنی جیب میں ڈال لے، اس ملک کا ستیا ناس ہوجاتا ہے اور اس حکومت کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنے فیصلے کو review کریں اور آپ پڑھ کر سنا دیں تا کہ ہمارے علم میں بھی آجائے کہ وہ کون سا نسخہ اور امرت دھارا ہے جس کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ thank you. جی ڈوگر صاحب۔

سینیٹر ملک صلاح الدین ڈوگر: بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب وکیل اور سینیٹر بھی ہیں اور انہوں نے اتنے بڑے عالم دین جو کشمیر کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں، ان کے متعلق یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ (xxx)[2] ادھر چلے جائیں یا ادھر چلے جائیں۔

جناب چیئرمین: یہ الفاظ حذف کر دیئے جائیں، آپ نے جو لفظ (xxx) استعمال کیا ہے، میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ شاہ صاحب! کوئی بات نہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سینیٹر ملک صلاح الدین ڈوگر: آپ کی مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی لاٹ صاحب۔

سینیٹر گل محمد لاٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب چیئرمین: جی میر صاحب! آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟ جی میر صاحب۔

---

[2] XX XX الفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: شکریہ جناب چیئرمین۔ جیسے ابھی دوستوں نے کہا، اس House میں آپ کی طرف سے جو فیصلہ بھی ہو، ہماری توقع اور خواہش یہ ہے کہ وہ نہ صرف آپ کے منصب کے تقاضوں کے مطابق ہو، اس کے منافی نہ ہو بلکہ آپ کی قانون کے باعزت پیشے میں لمبی training ہے، اس training کے بھی منافی نہیں ہونا چاہئیے۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ Chamber میں آکر پڑھیں، آپ کو چاہیے تھا کہ آپ یہاں پر پڑھ کر سناتے۔ آپ کا decision سب کو جمہوریت کے خلاف نظر آرہا ہے، number game کے خلاف نظر آرہاہے۔ جناب چیئرمین صاحب! simple mathematics کا سوال ہے کہ 12 زیادہ ہیں یا 24 زیادہ ہیں، 13 زیادہ ہیں یا 25 زیادہ ہیں، یہ تو simple mathematics ہے، یہ تو جمہوریت کا ایک بنیادی سبق ہے کہ number game پر یہ سارا معاملہ چلتا ہے، اگر آپ نے اس میں اپنی قابلیت سے کام لیتے ہوئے کوئی قانونی موشگافیاں نکالی ہیں تو House کے علم میں ہونی چاہئیے تھیں۔ چاہیے یہ تھا کہ آپ آکر سب سے پہلے اس کو پڑھتے کہ number game کو by pass کرتے ہوئے، اسے بالائے طاق رکھتے ہوئے، ان دلائل کی بنا پر جو بھی دلائل ہیں، میں نے یہ فیصلہ کیا ہے، اس کے بعد بات آگے چلتی۔ آپ کہتے ہیں کہ وہاں آئیں اور پڑھ لیں، جناب چیئرمین صاحب! یہ کوئی بات نہیں ہے۔

آپ یہاں پر فرمائیں، اگر آپ پورا notification نہیں پڑھتے تو آپ کم از کم ہمیں بتا تو دیں کہ آخر وہ کونسے سنہرے دلائل ہیں، آپ نے اپنے قانونی ذہن سے کام لیتے ہوئے، اپنی intelligence سے کام لیتے ہوئے، کونسی موشگافیاں نکالی ہیں، آخر وہ کونسی چیزیں ہیں، وہ ہمارے علم میں آئیں، ہم طالب علم جان سکیں کہ وہ کونسے سنہرے نکات ہیں جن کی بنا پر آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان کیا گیا ہے۔ جناب! ہمیں یہ تو جاننے کا حق ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ اس وقت House ایک فیصلے کا اعلان سن چکا ہے۔ آپ نے انتہائی مدبرانہ، انصاف اور عقل پر مبنی فیصلے کے تحت Leader of the Opposition کی خالی seat پر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب چیئرمین! ہم Opposition کی تمام جماعتوں کے اراکین کو ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال میں اکٹھے اور متحد ہو کر چلانا چاہتے ہیں، اگر Leader of the Opposition کی seat جمعیت علمائے اسلام کے

حصے میں آتی ہے تو اس کے لیے قانون آپ سمجھتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں، آپ اس کو بنیاد بنا کر فیصلہ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ لوگ ہمارے ساتھ مسلسل ایک سیاسی سفر میں شامل چلے آرہے ہیں، ہم انشاء اللہ تبارک تعالیٰ ثابت کریں گے کہ Opposition کا کردار کس چیز کا نام ہے اور ہم اپنے ان ساتھیوں کو کسی بھی انداز سے راضی کر کے House چلائیں گے۔

جناب چیئرمین! ایک عرض ہے کہ ہم قومی اسمبلی میں سرکاری بنچوں سے Opposition کی طرف چلے گئے، اسی وقت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اعلان کر دیا کہ ہمارے Opposition Leader چوہدری نثار صاحب ہیں جو قومی اسمبلی کے Opposition leader ہیں۔ لہذا، ہم بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ Opposition موجودہ حالات میں ملک اور قوم کو مشکلات سے نکالنا چاہتی ہے تو آپس میں اس قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ ٹھیک ہے، آپ کھڑے ہو جائیں، آپ اپنا احتجاج note کروائیں پھر فیصلے کا مطالبہ کر دیں لیکن اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا درست نہیں ہے کہ جعلی Opposition, جعلی تقریر، آپ کس کو مخاطب کر رہے ہیں؟ آپ کس طرح ملک کو چلا رہے ہیں؟ ہم تو آپ کے ساتھی ہیں، ہم تو آپ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔ ہم نے Opposition بھی کی ہے، ہم حکومت کے ساتھ بھی چلے ہیں۔ لہذا، جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ساتھیوں نے جو تمام الفاظ استعمال کیے ہیں، جذبات میں استعمال کیے ہیں، ہم جذبات میں نہیں آنا چاہتے، ہم ان کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں اور ہم ایک بہتر ماحول provide کرنا چاہتے ہیں تاکہ قومی اسمبلی کی Opposition اور سینیٹ کی Opposition مل کر ملک و قوم کو بحران سے نکالنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت حکومت مسائل کے حل میں ناکام ہے اور اس کو مشکلات درپیش ہیں۔ آئندہ یہ Opposition ملک کی باگ ڈور سنبھالے گی، اگر یہ Opposition اپنے اندر دشمنی پیدا کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کو مزید مہلت دیتی ہے اور مزید استحکام بخشتی ہے، یہ Opposition کا کردار نہیں ہے۔ میں انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقعے کی مناسبت سے وقت دیا۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولانا صاحب نے بڑی اچھی باتیں کیں، میں صرف یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ کونسی جماعت تھی جو چیئرمین سینیٹ کے پاس گئی اور کہا یہ

جو دس مسلم لیگی بیٹھے ہیں ان کا اپوزیشن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ہم آج اپوزیشن میں ہیں، کل بھی ہوں گے، پرسوں بھی ہوں اور انشاء اللہ ہم آخری دن تک رہیں گے۔

(Thumping of desks)

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: جناب چیئرمین! ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی، یہ سراسر الزام ہے-----

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: مجھے بات کرنے دیں۔ ہمیں یہ حق کیوں نہیں دیا جا رہا۔ ہم آج اپوزیشن میں بیٹھے ہیں، آپ نے ہمیں یہاں سیٹیں دی ہیں لیکن آپ نے ہمیں count نہیں کیا۔ جناب چیئرمین! کیا یہ جمہوریت ہے؟ مجھے اس پر انتہائی افسوس ہے، کوئی بھی اپوزیشن لیڈر بن جائے گا۔ میں الحمد اللہ 25 سال سے اس ہاؤس کا ممبر ہوں، میں اور پروفیسر صاحب 1985 سے اس ہاؤس کے سب سے پرانے ممبر ہیں۔ اس قسم کا فیصلہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب! نماز کا وقفہ کر لیں یا نماز کے بعد بھی چلانا ہے، جو ہاؤس کا sense ہو؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ہاؤس کا sense لے لیا جائے، میرے خیال میں adjourn کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے adjourn کر دیتے ہیں۔ The House stands adjourned to meet again tomorrow on Tuesday the 7th June, 2011 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 7th June, 2011, at 10.30 a.m.]